بسم اللہ الرحمن الرحیم

بوسنیا کے مسلمان جس صورت حال سے گزر رہے ہیں، دُنیا کا شاید ہی کوئی انسان اس سے بے خبر ہو، مگر بُرا ہو تعصّبات اور مفادات کا کہ بوسنیا کے مظلومین کو دال روٹی مہیا کرنے کی باتیں ہوتی ہیں، اُن کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں پر آنسو بہائے جاتے ہیں مگر ظالم کا ہاتھ روکنے والا کوئی نہیں۔ بین الاقوامی ادارے اور تنظیمیں قراردادیں منظور کرنے اور ان کی دھجیاں بکھرتے ہوئے دیکھنے کے لیے رہ گئی ہیں۔ ان قراردادوں کا یہ حشر چنداں تعجب انگیز بھی نہیں کیوں کہ قراردادیں منظور کرنے والوں نے "ظالم" اور "مظلوم" کے خلاف یکساں "پابندیاں" عائد کر کے "مظلوم" کے ساتھ کوئی حسنِ سلوک نہیں کیا۔ "ظالم" کو جو سابق یوگوسلاویہ کی فوجی قوت کا مالک ہے، بے بس اور بڑی حد تک غیر مسلّح بوسنیا کے خلاف کسی مزید فوجی سازوسامان کی چنداں ضرورت بھی نہیں۔ اس کے برعکس بوسنیا کے عوام کو اپنے دفاع کے لیے بہر حال قوت کی ضرورت ہے جو کہیں سے بھی اُسے حاصل نہیں ہو رہی۔

بوسنیا کے مظلوم عوام پر مسلط کردہ اس جنگ میں یوں تو آبادی کا ہر حصّہ اور طبقہ متاثر ہوا ہے مگر خواتین کو جس عذاب در عذاب سے گزرنا پڑ رہا ہے، اس کا تصوّر ہی کسی حسّاس انسان کو پریشان کر دینے کے لیے کافی ہے۔ خواتین نے نہ صرف اپنے عزیز و اقارب کو مرتے، کیمپوں میں گلتے سڑتے، بچوں کو لہولہان ہوتے اور گھر بار کو جلتے ہوئے دیکھا ہے بلکہ وہ خود جنسی تشدّد کا شکار ہوئی ہیں - بزدل دشمن نے اُن کے جسم کو باقی رہنے دیا مگر اُن کی روح کو قتل کر دیا ہے۔ آج بوسنیا میں محتاط اندازے کے مطابق ستر ہزار خواتین ایسی ہیں جن کے جسم سرب فوجیوں کے جرم اور گناہ کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند سو کیتھولک کروشیا سے تعلق رکھتی ہیں مگر زیادہ تر بوسنیا کی مسلمان خواتین ہیں۔ اطلاع کے مطابق کیتھولک کروشیا کے ہسپتالوں میں خواتین دشمن کے "جُرم" سے اپنے جسموں کو پاک کرنے کے لیے داخل ہو رہی ہیں مگر اس موقع پر محترم پوپ جان پال دوم نے اُنھیں مشورہ دیا ہے کہ وہ ایسا نہ کریں کیوں کہ "اُن کے ہونے والے بچے اُس گھٹیا حرکت اور تشدّد کے ذمہ دار نہیں جس سے اُنھیں گزرنا پڑا ہے۔" جناب پوپ نے ان خواتین کو "دشمن کو قبول کر لینے" اور اُسے "اپنے جسم کا حصّہ بنا لینے" کی تلقین کی ہے۔ اُنھوں نے ناجائز بچوں کو یہ کہہ کر قبول کرنے کے لیے اپیل کی کہ "خداوند کی ان شبیہوں (Images) کو عزت و احترام ملنا چاہیے اور اُنھیں محبت کا مصداق ہونا چاہیے۔"

محترم پوپ جان پال دوم کے اس بیان میں کوئی لچک نہیں۔ اُنھوں نے اپنا نقطۂ نظر وضاحت

اور سختی کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ بعض مغربی اخبارات میں پوپ کے نقطۂ نظر کی تائید میں کالم لکھے جا رہے ہیں اور کیتھولک مذہب کی اس بنیاد پر تعریف کی جا رہی ہے کہ اس میں ناجائز بچوں کو جینے کا حق دیا جا رہا ہے اور کیتھولک سوسائٹی ناجائز بچوں کو اُسی "محبت" سے دیکھتی ہے جس سے جائز بچوں کو دیکھا جاتا ہے۔

اس بحث مباحثہ میں بعض ضروری پہلو اس حد تک اوجھل ہو گئے ہیں کہ بوسنیا کی مظلوم مسلمان خواتین اس رویے کو کسی صورت میں برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اولاً کیتھولک نقطۂ نظر کچھ بھی ہو، مسلمان خواتین کو اس سلسلے میں اپنے دینی رہنماؤں کی جانب دیکھنا ہے اور اپنی دینی روایات کے تحت اس کا "حل" سوچنا ہے۔ ثانیاً اس مسئلے کو "ناجائز بچوں" کے تسلیم کیے جانے یا نہ کیے جانے تک محدود کر دیا گیا ہے حالانکہ یہ مسئلہ جنسی تشدّد کے مرتکب مجرموں کو سزا دینے یا نہ دینے کا ہے۔ "ظالم" کی طاقت ختم کرنے کا ہے تاکہ وہ مزید ایسے جرائم نہ کر سکے۔ ثالثاً محبت کے نام پر اُن لوگوں کو کس طرح معاف کیا جا سکتا ہے جنھوں نے "مسلم خواتین" کے جسم کے ساتھ روح کو قتل کر دیا ہے۔

اس پس منظر میں بوسنیا کی ایک مسلمان خاتون نے اپنی بہنوں کو بجا طور پر مشورہ دیا ہے کہ "اُن کا مذہب اُنھیں مصائب کا سامنا کرنے کی تلقین کرتا ہے، جُرم کے خلاف ڈٹ جانے کا حوصلہ دیتا ہے۔ اس لیے مسلمان خواتین کو اپنی مدد آپ کرنی ہے۔ کوئی دوسرا اُن کی امداد کو نہیں آئے گا، دُنیا نقطۂ ہائے نظر پر بحث کرتی ہے اور رضاکارانہ طور پر تجویزیں پیش کرتی رہتی ہے۔" کیا ایک "مسلمان خاتون" کا یہ مشورہ حساس لوگوں کی سوچ اور زاویۂ نظر میں تبدیلی کا تقاضا نہیں کرتا؟ ضرورت اس امر کی ہے کہ "محبت" اپنی جگہ مگر "محبت کے نام پر عدل و انصاف" کا خون نہ ہونا چاہیے۔